جو شخص کھانا کھا رہا ہو اسے سلام کرنے کا حکم
اور اس حکم پر اعتراض کا جواب

محترم مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جو شخص کھانا کھا رہا ہو، اسے سلام کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص کھانا کھا رہا ہو، اسے سلام نہ کیا جائے۔

جبکہ غیر مقلدین کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ کھانا کھاتے ہوئے شخص کو، سلام نہ کرنے کا قول، بے دلیل ہے۔

امید ہے اس مسئلہ کا تفصیلی جواب دیں گے۔ جزاکم اللہ خیراً

الجواب :

حامداً ومصلیاً ومسلماً:

آپ کے سوال کا جواب، پہلے اجمالاً، اور پھر تفصیل سے دیا جا رہا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

اجمالی جواب:

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ سے پوچھا گیا ایک سوال اور اس کا جواب درجِ ذیل ہیں:

عنوان: کھانا کھانے والے کو سلام کرنا:

سوال: قرآن مجید پڑھنے والے کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، یا کھانے والے کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

الجواب: حامداً ومصلیاً:

قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور کھانا کھاتے ہوئے کو سلام کرنا مکروہ ہے اور ایسے سلام کا جواب دینا بھی واجب نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: جلد ۱۹: صفحہ ۸۱)

ایک اور سوال وجواب، مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ کی کتاب 'احسن الفتاوی' سے نقل کیا جارہا ہے، جس میں اس حکم کی وجہ کی طرف بھی اشارہ موجود ہے:

سوال: انسان کے کون کون سے حالات ایسے ہیں کہ کسی دوسرے شخص کا اسے سلام کرنا مکروہ ہے۔

مواقع کراہت میں اگر کوئی سلام کرے تو جواب دیناواجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا :

الجواب باسم ملهم الصواب :

مواقع کراہتِ سلام درجِ ذیل ہیں:

(۱) جو شخص جواب دینے سے عاجز ہو اسے سلام کہنا، خواہ حقیقۃً عاجز ہو، جیسے کھانے میں مشغول ہو یا شرعاً عاجز ہو، جیسے نماز، اذان، اقامت، ذکر، تلاوت یا علومِ دینیہ کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہو۔ الخ

(احسن الفتاویٰ: جلد ۸: صفحہ ۱۳۶، کتاب الحظر والاباحۃ)

مذکورہ دونوں جوابات سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی کہ جب کوئی شخص کھانا کھارہا ہو تو اسے سلام کرنا مکروہ ہے، اور اگر اسے سلام کیا گیا، تو سلام کرنے والا جواب کا مستحق نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

الحمدللہ اجمالی جواب مکمل ہوا۔

تفصیلی جواب:

جب کوئی شخص کھانا کھارہا تو اسے سلام کرنا عند الاحناف مکروہ ہے۔

پھر یہ کراہت کب تک ہے، اس بارے میں دو قول ہیں:

الف: - اس وقت مکروہ ہے، جب کہ لقمہ کھانے والے کے منہ میں ہو، اور وہ اسے چبارہا ہو، اس سے پہلے اور اس کے بعد مکروہ نہیں۔

ب: - مطلقاً کھانا کھاتے وقت، اسے سلام کرنا مکروہ ہے، (چاہے لقمہ اس کے منہ میں ہو یا نہ ہو)۔
البتہ اگر کسی کو بھوک لگی ہو، اور اسے معلوم ہو کہ کھانے والا شخص اسے (بھی کھلانے سے) منع نہیں کریگا۔
تو (اس بھوکے شخص کا، اس کھانے والے کو سلام کرنا) مکروہ نہیں۔
در مختار اور اور رد المحتار کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں:
قال فی الدر:
ودع آكلا إلا إذا كنت جائعا ... وتعلم منه أنه ليس يمنع
وقال ابن عابدينؒ :
(قوله إلا إذا كنت إلخ) - - - - - مع أن الكراهة إنما هي في حالة وضع اللقمة في الفم، كما يظهر مما في حظر المجتبى: يكره السلام على العاجز عن الجواب حقيقة كالمشغول بالأكل أو الاستفراغ، أو شرعا كالمشغول بالصلاة وقراءة القرآن، ولو سلم لا يستحق الجواب اهـ -
ترجمہ:
(در مختار میں ہے):
اور چھوڑ دو (یعنی سلام نہ کرو) کھانے والے کو، مگر جب کہ تم کو بھوک لگی ہو، اور اس کے بارے میں تمہیں معلوم ہو کہ بے شک وہ منع نہیں کرے گا۔
علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:
(صاحب دُر مختار کا قول: مگر جبکہ تم کو الخ)۔۔۔۔ حالانکہ کراھت اس حالت میں ہے کہ لقمہ منہ میں ہو، جیسا کہ المجتبیٰ (نامی کتاب) کے (باب) حظر (واباحت) کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے (عبارتِ مجتبیٰ کا ترجمہ): ایسے شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے، جو جواب دینے سے عاجز ہو، چاہے حقیقت میں، جیسے کہ کھانے یا استنجاء میں مشغول ہو، یا شرعاً جیسے نماز یا تلاوتِ قرآن کریم میں مشغول ہو، اور اگر اس (مشغول شخص) کو سلام کیا گیا، تو (سلام کرنے والا) جواب کا مستحق نہیں ہو گا۔ مجتبیٰ کی عبارت مکمل ہوئی۔
(رد المحتار: جلد ۱: صفحہ ۶۱۷)

وفى موضع آخر:
قال فى الدر:
ويكره السلام ۔ ۔ ۔ ۔ على عاجز عن الرد حقيقة كآكل أو شرعا كمصل وقارئ ولو سلم لا يستحق الجواب اهـ
قال ابن عابدينؒ:
(قوله كآكل) ظاهره أن ذلك مخصوص بحال وضع اللقمة في الفم والمضغ وأما قبل وبعد فلا يكره لعدم العجز وبه صرح الشافعي، وفي وجيز الكردري مر على قوم يأكلون إن كان محتاجا وعرف أنهم يدعونه سلم وإلا فلا اهـ وهذا يقضي بكراهة السلام على الآكل مطلقا إلا فيما ذكره ط

ترجمہ:

درمختار میں دوسری جگہ ہے:
سلام کرنا مکروہ ہے، اس شخص کو جو جواب دینے سے عاجز ہو، چاہے حقیقت میں (عاجز ہو) جیسے کھانے والا، یا شرعی طور پر (عاجز) ہو جیسے کہ نماز پڑھنے یا تلاوت کرنے والا، اور اگر اسے سلام کیا گیا، تو جواب کا مستحق نہیں ہوگا۔

امام ابن عابدینؒ کہتے ہیں:
(صاحبِ در کا قول: جیسے کہ کھانے والا) بظاہر یہ اس حالت کے ساتھ خاص ہے کہ لقمہ منہ میں ہو، چبا رہا ہو، اس سے پہلے اور اس کے بعد مکروہ نہیں، اسلئے کہ (اگر لقمہ منہ میں نہ ہو تو جواب دینے سے) عاجز نہیں، (امام) شافعیؒ نے اس کی تصریح کی ہے، اور (امام) کردریؒ کی (کتاب) الوجیز میں ہے کہ: (ایک شخص) کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا، جو کہ کھانا کھا رہے تھے، اب اگر (وہ شخص) ضرورت مند ہے، اور اسے پتہ ہے کہ وہ اسے دعوت دیں گے تو سلام کرے گا، ورنہ نہیں۔ وجیز کی عبارت مکمل ہوئی۔
یہ (عبارت) فیصلہ کرتی ہے کہ کھانے والے کو سلام کرنا مطلقاً مکروہ ہے، سوائے اس حالت کے جو ذکر کی۔
(ردالمحتار: جلد ٦: صفحہ ٤١٥)

شامی کی ان عبارتوں میں مذکورہ بالا دونوں قولوں کا حوالہ موجود ہے۔

نیز کراہت کی وجہ بھی معلوم ہو گئی ہے کہ ایسا شخص کھانا کھانے میں مشغول ہونے کی وجہ سے جواب دینے سے عاجز ہوتا ہے۔

ان شاء اللہ، آگے مشغولی کی وجہ سے ممانعتِ سلام کی چند مثالیں، سلفی علماء کے فتاویٰ سے پیش کی جائیں گی۔

البتہ قول ثانی میں، مذکورہ وجہ کے علاوہ ایک اور وجہ بھی پائی جاتی ہے، جو ان شاء اللہ آگے بیان کی جائے گی۔

مشغولی کی وجہ سے ممانعت کا اصول، سلفی عالم کی کتاب سے:

(واضح رہے کہ کتاب وسنت سے یہ قاعدہ، خود سلفی علماء کا استنباط کردہ نہیں ہے، بلکہ فقہاء واصولیین کی بہت سی کتابوں میں بہت پہلے سے موجود ہے، دیکھئے المبسوط للسرخسی، کشف الاسرار للبزدوی، الاشباہ للسیوطی وغیرہ)

ائمہ سلفیہ شیخ ابن بازؒ، شیخ ابن عثیمینؒ وغیرہ کے شاگرد، شیخ حمد بن عبد اللہ الحمد ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں:

المشغول لا يشغل۔

(مشغول کو مشغول نہیں کیا جائے گا)

آگے لکھتے ہیں:

ای المشغول بشيء لا يشغل بشيء آخر۔

یعنی جو کسی چیز میں مشغول ہو اس کو دوسری چیز میں مشغول نہیں کیا جائے گا۔

(شرح منظومة القواعد الفقيه للسعدى ، حمد الحمد : جلد۴ :صفحه ۱۹)

اسی طرح مشہور عرب عالم، اور ڈاکٹر شیخ محمد مصطفیٰ زحیلی:

(عميد كلية الشريعة والدراسات الإسلامية - جامعة الشارقة)

لکھتے ہیں:

شغل المشغول لا يجوز۔

یعنی مشغول کو مشغول کرنا جائز نہیں۔

(القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الأربعة: جلد ٢ :صفحه٧٤٧، قاعدة ١٩١)

اس قاعدہ کی وجہ سے 'ممانعتِ سلام' کی مثال سلفی عالم شیخ ابن عثیمینؒ کے فتاویٰ سے:

(شیخ ابن عثیمینؒ کو غیر مقلدین فقیہ عنیزہ کہتے، اور اپنے ائمہ میں سے شمار کرتے ہیں)

فتویٰ(١):

حكم السلام عند الدخول على مجالس العلم والذكر:

السؤال:

إذا دخل الإنسان على حلقة، هل يسلم أو يجلس فيستمع؟!

الجواب:

إذا دخل الإنسان على حلقة ذكر،أو قرآن، أو علم، أو أي شيء فمن العلماء من يقول: لا تسلِّم؛ **لأن المشغول لا يُشْغَل**، فهؤلاء مشتغلون بعلمهم، أو قراءتهم، أو ذكرهم.

ومنهم من يقول: سَلِّم.

والصواب : أنه إذا كان المجلسُ مجلسَ علم عام فلا بأس أن تسلم فتقول : السلام عليكم، فمَن سَمِع يَرُدُّ، ومَن لم يسمع ليس عليه شيء.

لكن إذا كان المجلسُ مجلسَ تحقيق علم وبحث، فالأولى ألا تسلم؛ لأنك تشغل الناس، وكذلك القرآن، فبعض الناس إذا صار يقرأ عن ظهر قلب، إذا سَلَّم عليه شخص ضيَّعَ عليه موقفه، فيضطر القارئ إلى أن يعيد من أول السورة، أو من أول الآية، فالإنسان ينظر للمصلحة۔ **(لقاء الباب المفتوح : ٦٨ – ٢١۔ حسب ترتيب الشاملة)**

ترجمہ:

عنوان: علم اور ذکر کی مجلسوں میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کا حکم:

سوال: جب انسان (تعلیم و تعلم کے) حلقہ میں داخل ہو تو سلام کرے یا بیٹھ جائے اور سنے ؟

جواب: جب کوئی شخص ذکر، قرآن کریم، علم، یا (اسی جیسے) کسی حلقہ میں داخل ہو تو، بعض علماء فرماتے ہیں: سلام نہ کرے، اسلئے کہ مشغول کو مشغول نہیں کیا جائیگا، پس یہ لوگ علم، قراءت یا ذکر میں مشغول ہیں۔

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ: (وہ آنے والا شخص) سلام کرے گا۔

اور صحیح یہ ہے کہ جب عام علمی مجلس ہو تو سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں، آپ کہہ دو السلام علیکم، جو سنے گا جواب دے گا، اور جس نے نہیں سنا اس پر کچھ نہیں۔

لیکن اگر مجلس، علمی تحقیق اور بحث کی ہو، تو بہتر یہ ہے کہ سلام نہ کرے، اسلئے کہ تم (سلام کرکے، ان) لوگوں کو مشغول کردو گے، اسی طرح قرآن کریم، بعض لوگ جب زبانی تلاوت کرتے ہیں، تو اگر انہیں سلام کیا جائے تو کہاں تک پڑھے تھے یہ بھول جاتے ہیں، پھر انہیں سورت، یا آیت کے شروع سے دوبارہ پڑھنا پڑتا ہے، اس لئے مصلحت کالحاظ رکھنا چاہیے۔ **(لقاء الباب المفتوح : ٦٨ – ٢١)**

فتویٰ (٢):

اسی طرح کا آپ کا فتویٰ، قرآن کریم پڑھنے والے کو سلام کرنے کے بارے میں بھی ہے:

حکم السلام على المشغول:

ثم إن السلام لا ينبغي أن يلقى إلى شخص متشاغل، بحيث يشوش عليه، فإذا رأينا أن شخصاً يقرأ القرآن يتحفظه، يتدبره ويغلب على الظن أو نجزم بأننا إذا سلمنا عليه شوشنا عليه، فالسنة ألا نسلم؛ لأن ذلك يشغله إلا إذا رأيناه متهيئاً ينظر إلينا يريد أن نسلم فحينئذ نسلم؛ لأن ترك السلام عليه حينئذ يحدث في قلبه شيئاً۔

مشغول کو سلام کرنے کا حکم:

پھر سلام ایسے شخص کو نہیں کرنا چاہیے جو مشغول ہو، اس طور پر کہ اسے تشویش ہو جائے، پس ہم دیکھیں کہ ایک شخص قرآن پڑھ رہا ہے، اسے حفظ کر رہا ہے، اس میں تدبر کر رہا ہے، اور ہمارا غالب گمان یا یقین ہے کہ اگر ہم اسے سلام کریں گے تو اسے تشویش میں مبتلا کر دیں گے، تو سنت یہ ہے کہ ہم اسے سلام نہ کریں، اس لئے کہ یہ چیز اسے اس کام سے ہٹا دے گی۔

لیکن اگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ شخص خود تیار ہے، ہماری طرف دیکھ رہا ہے، اور چاہ رہا ہے کہ ہم سلام کریں، اس وقت ہمیں سلام کرنا چاہیے، اس لئے کہ اس وقت اسے سلام نہ کرنے سے اس کے دل میں کدورت پیدا ہوگی۔ **(اللقاء الشهری: ١٣ – ١٠)**

فتویٰ(۳):

اسی طرح نماز پڑھنے والے کو سلام کرنے کے بارے میں آپ مصلحت کا لحاظ رکھنے کا فتویٰ دیتے ہیں:

السلام على المصلي لا بأس به إذا لم يُخْشَ أن يشغلَه ذلك عن صلاته، أو أن تَفْسُد صلاتُه برد السلام على المسلِّم؛ لأن من العامة من لا يعرف؛ ربما إذا قلت له: السلام عليكم، قال: وعليكم السلام.

والأَولى إذا كنتَ تريد أن تنتظر حتى يَخرج من صلاته ثم تسلم عليه فهذا هو الأفضل، وإذا كنت لا تريد البقاء فاذهب ولا تسلِّم.

نماز پڑھنے والے کو سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ یہ اندیشہ نہ ہو کہ وہ اسے نماز سے غافل کر دے گا، یا (زبان سے) جواب دینے کی وجہ سے اس کی نماز ہی فاسد ہو جائے، اس لئے کہ عوام کو معلوم نہیں ہوتا، ہو سکتا ہے آپ اسے السلام علیکم کہیں (جواب میں) وہ (بھی) کہہ دے وعلیکم السلام۔

اور بہتر یہ ہے کہ اگر آپ اسکی نماز مکمل ہونے تک انتظار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، پھر اسے سلام کریں گے، تو افضل یہی ہے (کہ اس کی نماز مکمل ہونے کے بعد آپ اسے سلام کریں)۔

اور اگر آپ ٹھہرنے والے نہیں ہیں، تو چلے جایئے سلام نہ کریئے۔ **(لقاء الباب المفتوح: ۲۴- ۳۳)**

ملاحظہ فرمایئے:

شیخ ابن عثیمینؒ، اپنے تینوں فتووں میں مصلحت کا لحاظ رکھنے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔

علمی، و تحقیقی بحث میں مشغول لوگوں کو سلام کرنے سے منع کر رہے ہیں۔ (پہلا فتویٰ)

جو شخص اپنی تلاوت میں مشغول ہو، اسے سلام کرنا خلافِ سنت کہہ رہے ہیں۔ (دوسرا فتویٰ)

جو عامی شخص نماز میں مشغول ہو اسے بھی سلام کرنے سے منع کر رہے ہیں۔ (تیسرا فتویٰ)

مزید یہ کہ اپنے ان فتاویٰ میں نہ قرآن کریم سے دلیل پیش فرما رہے ہیں نہ حدیث سے۔

اب دیکھئے بالکل ہو بہو یہی فتویٰ کھانا کھانے والے کو سلام کرنے کے بارے میں ہمارے علماء دے رہے ہیں:

امداد الفتاویٰ سے ایک سوال و جواب ملاحظہ فرمائیں:

عنوان: کھانا کھانے والے کو سلام کرنا:

سوال: بر آکل بوقت اکل سلام کردن چہ حکم دارد؟

جواب: علۃ کراہتِ سلام بر آکل، عجزا و از جواب نوشتہ اند، و نزد من علّتِ دیگر، احتمالِ تشویش یا اغتصاص بہ لقمہ، ہم است، پس ہر کجا ہر دو علّت مرتفع باشد کراہت ہم نباشد، و ایں علّت از قواعد فہمیدہ ام، نقل یاد نہ دارم۔ ۳/ محرم ۱۳۳۲ھ۔

ترجمہ:

سوال: کھانا کھانے والے کو، کھانا کھاتے وقت، سلام کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: کھانا کھانے والے کو سلام کرنے کے مکروہ ہونے کی علت (وجہ)، اس کا جواب سے عاجز ہونا لکھا ہے، اور میرے نزدیک دوسری علت، تشویش یا اچّھو لگنے (سانس کی نالی میں کھانا جانے) کا احتمال بھی ہے، پس جہاں یہ دونوں علتیں نہیں پائی جائیں گی، وہاں مکروہ بھی نہ ہوگا، اور یہ علت میں نے قواعد سے سمجھی ہے، نقل یاد نہیں۔ (امداد الفتاویٰ، جواب از حضرت تھانویؒ)

غور کیجئے، مصلحت کی جو بات شیخ ابن العثیمینؒ کہہ رہے ہیں بالکل وہی بات حضرت تھانویؒ بھی لکھ رہے ہیں۔ مگر یاروں کو شیخؒ کے فتاویٰ پر تو کوئی اعتراض نہیں جبکہ حضرت تھانویؒ کے فتویٰ پر اعتراض ہے۔

محدثین میں سے اس قول کے قائلین:

غیر مقلدین یہ نہ سمجھیں کہ اس قول کے تنہاء حنفی علماء ہی قائل ہیں۔

ہم ذیل میں کئی محدثین کا حوالہ نقل کر رہے ہیں، جو اس قول میں علماء احناف کے ہم خیال ہیں:

مشہور محدث وفقیہ، شارح صحیح مسلم، امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إذا كان المسلَّم عليه مشتغلاً بالبول أو الجماع أو نحوهما فيُكره أن يُسلَّم عليه، ولو سلَّم لا يستحقّ جواباً، ومن ذلك من كان نائماً أو ناعساً، ومن ذلك من كان مُصلياً أو مؤذناً في حال أذانه أو إقامته الصلاةَ، أو كان في حمام أو نحو ذلك من الأمور التي لا يُؤثر السلام عليه فيها، ومن ذلك إذا كان يأكلُ واللقمة في فمه، فإن سلَّم عليه في هذه الأحوال لم يستحقَّ جواباً.

أما إذا كان على الأكل وليست اللقمةُ في فمه، فلا بأسَ بالسلام، ويجبُ الجواب.

(الاذکار للنووی: ص ۲۵۱)

ترجمہ: وہ شخص جسے سلام کیا جارہا ہے، اگر پیشاب کرنے، بیوی سے صحبت کرنے یا اسی طرح کے کسی کام میں مشغول ہے تو اسے سلام کرنا مکروہ ہے، اور سلام کیا تو جواب کا مستحق نہیں ہوگا، اسی میں سے وہ بھی ہے جو سو رہا ہو یا اونگ رہا ہو، اسی میں سے وہ بھی ہے جو نماز پڑھ رہا ہو یا اذان واقامت کہہ رہا ہو، یا حمام میں ہو، اسی طرح کے وہ امور جن میں سلام کرنا اس پر اثر نہیں کرتا، اسی میں سے (یہ بھی ہے کہ) جب کھانا کھا رہا ہو اور لقمہ اسکے منہ میں ہو، اگر مذکورہ حالتوں میں اسے سلام کیا گیا تو (سلام کرنے والا) جواب کا مستحق نہیں ہوگا، اگر کھانے بیٹھا ہے مگر لقمہ اس کے منہ میں نہیں ہے، تو سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور جواب دینا بھی واجب ہوگا۔

نوویؒ کے اس فتوے کو بغیر کسی رد کے بہت سے محدثین اور حدیث کی شرح کرنے والوں نے نقل کیا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ بھی اس مسئلہ سے متفق ہیں، جن میں سے چند علماء حدیث یہ ہیں:

(۱)- حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) : فتح الباری: جلد ۱۱: صفحہ ۱۹۔

(۲) - امام قسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) : ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: جلد ۹: صفحہ ۱۴۷۔

(۳) - ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) : التوضیح لشرح الجامع الصحیح: جلد ۲۹: صفحہ ۷۷۔

(۴) - امام زکریا انصاریؒ (م ۹۲۶ھ) : أسنی المطالب فی شرح روض الطالب: ۴: ۱۸۵۔

(۵) - امام حسین الطیبیؒ (م ۷۴۳ھ) : شرح مشکاۃ: جلد ۱۰: صفحہ ۳۰۴۶، الحدیث: ۴۶۵۰۔

(٦) - امام ابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ) : شرح الإلمام بأحاديث الأحكام: جلد ۲: صفحہ ۲۸۹۔

(۷) - امام تاج الفاکہانیؒ (م ۷۳۴ھ) : ریاض الافہام شرح عمدۃ الاحکام: جلد ۵: صفحہ ۵۱۷۔

(۸) - امیر صنعانیؒ (م ۱۱۸۲ھ) : سبل السلام: جلد ۲: صفحہ ۶۲۰۔

(۹) - شیخ موسیٰ لاشین (معاصر) : فتح المنعم شرح صحیح مسلم: جلد ۸: صفحہ ۴۷۵۔

شیخ موسیٰ لاشین : منہل الحدیث فی شرح الحدیث: جلد ۴: صفحہ ۱۹۲۔

(۱۰) - شیخ عبد السلام العامر (معاصر) : فتح السلام شرح عمدۃ الاحکام من فتح الباری: ۷:۴۳۴

یہ تمام حوالے محدثین کے ہیں۔

کھانا کھانے والے کو سلام کرنے کے بارے میں قولِ ثانی کی علت کا بیان:

قول ثانی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کھانا کھا رہا ہو تو اسے سلام نہ کیا جائے، مگر یہ کہ آپ کو بھوک لگ رہی ہو، اور آپ کو معلوم ہو کہ وہ کھانے والا آپ کو دعوت دے گا اور اپنے ساتھ کھلانے سے انکار نہیں کرے گا، تو اس وقت اسے سلام کیا جا سکتا ہے۔

اس قول کی وجہ کھانے والے کی مشغولی اور جواب سے عاجزی، کے علاوہ ایک اور بھی ہے، جو درجِ ذیل ہے:

حدیث شریف ہے:

عن جابر بن عبد الله -رضي الله عنهما- قال: (مر رجل على النبي - صلى الله عليه وسلم- وهو يبول فسلم عليه , فلم يرد عليه رسول الله - صلى الله عليه وسلم ثم قال له : إذا رأيتني على مثل هذه الحالة فلا تسلم علي , فإنك إن فعلت ذلك لم أرد عليك۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرے، اس وقت نبی کریم ﷺ استنجاء فرما رہے تھے، اس شخص نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں (سلام کا) جواب نہیں دیا، پھر آپ ﷺ نے اس شخص سے ارشاد فرمایا: اگر آپ مجھے اس طرح کی حالت پر دیکھو تو مجھے سلام نہ کرو، اس لئے کہ اگر آپ ایسا کرو گے تو میں آپ کو جواب نہیں دوں گا۔

(سنن ابن ماجہ ۳۵۲)(الجامع الصحیح للسنن والمسانید: جلد ۲۳: صفحہ ۱۵۳)

اس حدیث کو غیر مقلدین کے محدث العصر شیخ البانیؒ نے صحیح کہا ہے:

دیکھئے: **(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: رقم الحدیث ۱۹۷)**

غور فرمائیے:

اس حدیث شریف سے یہ حکم تو صراحۃً معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی استنجاء کر رہا ہو تو اسے سلام نہ کیا جائے۔

اور اگر اسے سلام کیا گیا تو سلام کرنے والا جواب کا مستحق نہیں ہو گا۔

لیکن آپ ﷺ نے ایک بات اور بھی ارشاد فرمائی، جو بہت اہم ہے کہ:

إذا رأيتني على "**مثل**" هذه الحالة فلا تسلم علي۔

اگر آپ مجھے اس **"طرح کی حالت"** پر دیکھو تو مجھے سلام نہ کرو۔

آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ: "اس حالت پر" دیکھو، بلکہ یہ ارشاد فرمایا: اس "طرح" کی حالت پر دیکھو۔

جس سے معلوم ہوا کہ "اس حالت" اور "اس جیسی حالت" سب میں سلام کرنا منع ہے۔

لیکن کون کون سی حالت "اس جیسی" ہے، اسے آپ ﷺ نے بیان نہیں فرمایا۔

البتہ فقہاء کرام نے "اس حالت" کے بارے میں غور و فکر کر کے "اس جیسی حالت" کیلئے ایک ضابطہ بنا دیا،

اب اس ضابطہ میں جو بھی حالت آئے گی، ان تمام حالتوں میں سلام کرنا منع ہو گا۔

وہ ضابطہ یہ ہے:

ضابط من لا يندب السلام عليه:

كل شخص مشغول بحالة لا يليق بالمروءة القرب منه فيها۔

ترجمہ: جسے سلام کرنا پسندیدہ نہیں ہے، اس کا ضابطہ:

ہر وہ شخص جو ایسی حالت میں مشغول ہو، کہ اس حالت میں اس سے قریب ہونا، مروءت کے لائق نہ ہو۔

(إعانة الطالبين على ألفاظ فتح المعين: جلد ۴ : صفحہ ۲۱۷)
(اسنیٰ المطالب فی شرح روض الطالب: جلد ۴: صفحہ ۱۸۵)
(مغنی المحتاج إلی معرفة معانی ألفاظ المنہاج: جلد ۶: صفحہ ۱۶)
(النجم الوهاج فی شرح المنہاج: جلد ۹: صفحہ ۳۰۱)
(غایة البیان شرح زید ابن رسلان: صفحہ ۲۴)

مروت کسے کہتے ہیں:

اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام ماوردی ؒ (م ۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:
لِأَنَّ الْمُرُوءَةَ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الْمَرْءِ، وَهُوَ الْإِنْسَانُ فَصَارَتِ الْإِشَارَةُ بِهَا إِلَى الْإِنْسَانِيَّةِ۔
(الحاوی الکبیر: ۱۷: ۱۵۲)
مروءت یہ "مرء" سے بنا ہے، اور 'مرء' یعنی انسان، پس مروءت سے انسانیت کی طرف اشارہ ہے۔

مروت اور مروءت کو توڑنے والی چیزوں کی وضاحت، غیر مقلدین کے فتاویٰ، فتاویٰ الشبکہ الاسلامیہ سے:

خوارم المروءة:
[السُّؤَالُ]
أود أن أسأل عن ما هي خوارم المروءة ولو سمحتم الإجابة بالتفصيل؟وجزاكم الله خيراً.
[الفَتْوَى]
الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه، أما بعد:
فإن ضابط خوارم المروءة هو أنها كل ما يدعو إلى ذم الفاعل في نظر مجتمعه أو نظر الشرع من الأفعال، وهذا يختلف باختلاف المجتمعات، فكم من مسألة تذم في مجتمع وتمدح في مجتمع آخر۔ **(فتاویٰ الشبکه الاسلامیة : ۹ – ۳۰۶۳، رقم الفتویٰ ۵۷۰۲۹)**

عنوان: مروت کو توڑنے والی چیزیں:

سوال: میں آپ سے مروت کو توڑنے والی چیزوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، مہربانی ہو گی اگر جواب، تفصیل سے عنایت فرمائیں، جزاکم اللہ خیراً۔

فتویٰ: الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه، أما بعد:

خلاف مروت چیزوں کا ضابطہ یہ ہے کہ:

"ہر وہ کام، جن کا کرنے والا اپنے معاشرہ یا شریعت کی نظر میں قابلِ مذمت ہو"۔

جو مختلف معاشروں کے حساب سے الگ الگ ہوتے ہیں، اسی وجہ سے کئی چیزیں ایسی ہیں جو ایک معاشرہ میں تو مذمت کے لائق سمجھتی جاتی ہیں جبکہ دوسرے معاشرہ میں قابل مدح۔

وقد عد الفقهاء رحمهم الله أمورا تقدح في مروءة الرجل وفعلها من المباحات كالأكل في الطرقات، ولذا فصاحب المروءة يجتنب بعض الأمور وإن كانت مباحة تفاديا لأمور أخرى۔

اور بے شک فقہاء نے ایسے بہت سی کاموں کو شمار کیا ہے، جو کسی شخص کی مروءت کو داغدار کرتے ہیں، اگرچہ ان کاموں کو کرنا (فی نفسہ) مباح ہے، جیسے راستوں پر کھانا۔
اسی وجہ سے مروءت والا آدمی، بعض مرتبہ خارجی امور کی وجہ سے، بعض مباح کاموں سے بھی بچتا ہے۔
(فتاویٰ الشبکة الاسلامیة : ١٣- ٣٧٦٢)
اس سے معلوم ہوا کہ بعض کام فی نفسہ مباح اور جائز ہوتے ہیں، لیکن معاشرہ میں وہ کام ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے، شریف انسان اس کام کو چھوڑ دیتا ہے۔
اسی کو مروءت، شرافت، انسانیت وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا ضابطہ کا، (کھانا کھانے والے کو سلام کرنے کے بارے میں) قولِ ثانی پر انطباق:

جب کوئی شخص کھانا کھا رہا ہو، اس وقت اسے سلام کرنے کو، کھانے کی طرف احتیاج کا اظہار سمجھا جاتا ہے،
اور خواہی نخواہی اسے بھی دعوت دی جاتی ہے۔
اسی وجہ سے معاشرہ میں اسے پسند نہیں کیا جاتا۔
خود ہم اپنے معاشرہ میں اس کا تجربہ کرسکتے ہیں۔
نیز اس میں اشرافِ نفس بھی ہے، جو شرعاً بھی مذموم ہے۔
لہذا ایسے شخص کو سلام کرنا (شرعاً و عرفاً) خلافِ مروءت ہے۔
یہی وجہ ہے کہ ایسے شخص کو جو کھانا کھا رہا ہو سلام کرنا مکروہ ہے۔

ایک اہم نکتہ:

مذکورہ بالا وجہ سے، فقہاء کرام نے منع کیا کہ ایسے شخص کو سلام نہ کیا جائے جو کھانا کھا رہا ہو۔
لیکن ان کی دقّتِ نظر کی داد دیجئے کہ:
اُس صورت میں سلام کرنے کی اجازت دی ہے کہ جب آپ کو بھوک لگی ہو، اور یقیناً معلوم ہو کہ کھانے والا آپ کو دعوت دے گا اور کھلانے سے انکار نہیں کرے گا۔
کیونکہ اس صورت میں، واقعی ایک ضرورت (یعنی بھوک) پائی جارہی ہے۔
اور کسی کریم کے سامنے، مناسب انداز میں اپنی ضرورت کے اظہار کو معاشرہ میں برا اور مروّت کے خلاف نہیں سمجھا جاتا۔
لہذا ایسی حالت میں (جبکہ بھول لگی ہو، اور کھانے والا سخی ہو کہ کھلانے سے انکار نہیں کریگا) اسے سلام کرنا (جو اپنی ضرورت کے اظہار کا لطیف طریقہ ہے) مکروہ نہیں۔
جبکہ ایسا کھانے والا جس کے بارے میں شک ہو کہ پتہ نہیں کھلائے گا یا بخیلی کرے گا، اس کے سامنے اپنی ضرورت کا اظہار، یقیناً مروءت و شرافت کے خلاف ہے۔
لہذا اسے سلام کرنے کو مکروہ قرار دیا گیا۔

عبارتیں ملاحظہ فرمائیں:

ودع آكلا إلا إذا كنت جائعا ... وتعلم منه أنه ليس يمنع۔(درمختار)

(قوله إلا إذا كنت الخ) فلا يشرع عليه السلام إلا بهذا القيدين۔

اور چھوڑ دو(سلام نہ کرو) کھانے والے کو، مگر یہ کہ تمہیں بھوک لگی ہو، اور معلوم ہو کہ بے شک وہ منع نہیں کرے گا۔

(صاحب طحطاویؒ کہتے ہیں): ان دونوں قیدوں کے ساتھ ہی اسے سلام کرنا مشروع ہے۔

(طحطاوی علی الدر: جلد ۱: صفحہ ۲۶۲)

وفي وجيز الكردري مر على قوم يأكلون إن كان محتاجا وعرف أنهم يدعونه سلم وإلا فلا اهـ وهذا يقضي بكراهة السلام على الآكل مطلقا إلا فيما ذكره ط

اور (امام) کردریؒ کی الوجیز میں ہے کہ (ایک شخص) کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا، جو کہ کھانا کھارہے تھے، اب اگر (وہ) ضرورت مند ہے، اور اسے پتہ ہے کہ وہ اسے دعوت دیں گے تو سلام کرے گا، ورنہ نہیں۔

(ردالمحتار: جلد ۶: صفحہ ۴۱۵)

الحنفية - قالوا: إذا وجد من يأكل فإن كان محتاجاً للأكل معه وعلم أنه يدعوه إذا سلم فإنه يسلم، وإلا فلا يسلم۔

حنفیہ کہتے ہیں: (ایک شخص نے) کسی کو دیکھا کہ وہ کھانا کھارہا ہے، اب اگر اسے بھی کھانے کی ضرورت ہے، اور اسے پتہ ہے کہ اگر یہ سلام کرے گا تو وہ دعوت دے گا تو سلام کرے، ورنہ نہ کرے۔

(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ: جلد ۲: صفحہ ۵۳، حاشیۃ ۱) فقط واللہ تبارک وتعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد محمد آصف بن محمد اسماعیل عفا اللہ عنہ فلاحی، مدنی۔